ترجمہ وتلخیص

اصحابِ رسول اور خبرِ واحد کی حجیت

ڈاکٹر محمد عبداللہ عویضہ
ترجمہ محمد اسلام عمری

صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، آپ سے محبت کی اور جو کچھ آپ سے حاصل کیا اس پر عمل کیا۔ قرآن حکیم ان کے سامنے نازل ہو رہا تھا جس میں آپ کے اتباع کی تاکید کی گئی تھی اس کے ذریعہ انھیں معلوم ہوا کہ جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں وہ واجب الاتباع ہے۔ اسی طرح ان کو خبروں کی قبولیت کا وہ طریقہ بھی معلوم ہوا جس کی آں حضرتؐ نے نشان دہی فرمائی تھی یعنی اگر کسی خبر کا ناقل ان کے نزدیک صادق معروف ہو اور کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو اس کے وہم یا غلطی پر دلالت کرتا ہو نیز اس کے معارض کوئی قولی نص یا دلیل موجود نہ ہو تو اس کی خبر پر عمل کیا جائے گا۔

صحابہ کرام کی طرح تابعین اور قرون خیر کے لوگوں کے یہاں بھی یہ اصول مسلّم تھا بعد میں جو علماء آئے انھوں نے اخبار (بمعنی حدیث۔ مترجم) کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک متواترؔ اور دوسرے احادؔ اس تقسیم کے محرکات مخصوص حالات کی پیداوار تھے۔ فکر اسلامی میں اس رجحان کے علم بردار معتزلہ تھے۔ اس مکتب فکر کے اثرات اسلامی عقلیات میں اس قدر سرایت کر گئے ہیں کہ آج تک ان سے چھٹکارا نہیں مل سکا ہے چنانچہ ہمیں بہت سی کتابوں میں سنت نبوی کے بارے میں ایسی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ سنت کس حد تک قابل حجت ہے؟ اور کن میدانوں میں اس سے استدلال درست ہے؟ بعض لوگ مطلق کہتے ہیں کہ عقائد میں اخبار احاد قابل حجت نہیں ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء قرائن کی موجودگی میں اخبار احاد کو قابل حجت گردانتے ہیں۔ بعض لوگ علی الاطلاق کہتے ہیں کہ سنت صحیحہ چند شرطوں کے ساتھ قابل حجت ہے یا یہ کہ صحابہ کرام چند شرطوں کے ساتھ صحیح اخبار احاد کو قبول کرتے تھے۔ اس

طرح انھوں نے بعض احادیث میں موجود استثنائی بیانات کو اصولی حیثیت دے دی اور اصولی کو استثنائی حکم بنا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ایسی احادیث مروی ہیں جو تواتر معنوی کی حد تک پہونچتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ استدلال صحیح ہے۔ علماء اصول نے اس تواتر کو نقل کیا ہے اور اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خبر واحد کو قابل حجت سمجھتے تھے

صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خبر واحد کو قابل حجت سمجھ کر اس سے استدلال کرتے تھے۔ ہم یہاں اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) بخاری مسلم اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں صحابہ کرام کی ایک جماعت مثلاً ابوہریرہؓ براء بن عازب ابن عمرؓ، ابن عباس، عمارہ بن اوس، سعد بن ابی وقاص، سہل بن سعد اور عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ "لوگ قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے خبر دی کہ گزشتہ رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا جس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں خانۂ کعبہ کا رخ کیا جائے۔ اس وقت لوگوں کا رخ شام کی طرف تھا۔ یہ سنتے ہی انھوں نے اپنے چہرے کعبہ کی طرف پھیر لیے۔

یہ ایک قوی دلیل ہے کہ عہد نبوی میں صحابہ کرام خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے۔ اگر ان کے نزدیک خبر واحد حجت نہ ہوتی تو وہ محض ایک شخص کی اطلاع پر ہرگز قبلہ کی طرف اپنا رخ نہ کرتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی وحی کی خبر دینے کے لیے ایک ہی شخص کو بھیجنے پر اکتفا کر لیا۔ اگر اس کی خبر ناقابل قبول ہوتی تو آپ ایسا نہ کرتے اسی طرح اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو صحابہ قبلہ بدلنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے یا کم از کم قبلہ بدل لینے کے بعد اس کی تحقیق کر لیتے حالاں کہ انھوں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام خبر واحد کو حجت تسلیم کرتے تھے[۳۵]

(۲) امام مالک بخاری مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں ابوطلحہ ابوعبیدہ اور ابن ابی کعب کو گیہوں جو اور کھجور کی بنی ہوئی شراب پلا رہا تھا۔ اس دوران ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے

یہ سن کر ابوطلحہ نے مجھ کو حکم دیا کہ اے انس اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ دو چنانچہ میں نے انھیں چور چور کر دیا۔ ١٢٣

امام شافعیؒ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ان حضرات کے علم و فضل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت اور قدیم الاسلام ہونے کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ ابتدائے اسلام میں جب شراب حلال تھی۔ اس کا استعمال ان کے نزدیک عام تھا لیکن جب ایک شخص نے آکر اس کی حرمت کا اعلان کیا تو حضرت ابو طلحہؓ نے جو شراب کے مٹکوں کے مالک تھے انھیں توڑ دینے کا حکم دے دیا۔ انھوں نے یا ان کے کسی ساتھی نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کی حرمت کا اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اس کی تصدیق نہ کرلیں یا کوئی عام خبر اس کے متعلق نہ آجائے۔ صحابہ کرام جو کچھ کرتے تھے اللہ کے رسول کو اس کی خبر دیتے تھے۔ اگر خبر واحد معتبر نہ ہوتی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انھیں اس کو اس کو قبول کرنے سے منع فرما دیتے ۔ ٢٤

یہ دونوں واقعات عہد نبوی میں صحابہ کرام کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اس موقع پر ان کے عمل اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں خبر واحد کو حجت تسلیم کرتے تھے ۔ ٢٥

دور نبوی کے بعد بھی صحابہ کرام خبر واحد کو حجت مانتے تھے!

صحابہ کرام نے عہد نبوی کے بعد بھی خبر واحد سے استدلال کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنایا۔ وہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ان کو تسلیم کرتے تھے۔ ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے تھے اور اگر ان کے خیالات یا فیصلے خبر واحد کے خلاف جاتے تھے تو ان سے رجوع کر لیتے تھے۔ ان کی عادت یہ تھی کہ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو علی الاعلان لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا اس مسئلہ میں کسی کو سنت نبوی کا علم ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ صحابہ نے بعض روایات کے سلسلہ میں توقف سے کام لیا۔ ان کے اسباب پر ہم آئندہ روشنی ڈالیں گے۔ لیکن اس موقع پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صحابہ کرام نے کسی حدیث کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا کہ وہ خبر واحد ہے۔ بلکہ اس کو قبول نہ کرنے کے دوسرے اسباب تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض اخبار احاد کا صحابہ کو علم ہوا تو انھوں نے

انھیں قبول کیا۔ ایسی بعض روایات پر صحابہ کا اجماع ہے۔

وفات نبوی کے بعد سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار ومہاجرین کی ایک بڑی تعداد جمع ہوئی۔ خلیفہ کے انتخاب کے موضوع پر ان کے درمیان زبردست اختلاف برپا ہوگیا۔ پہلے انصار کا بالاتفاق یہ مطالبہ تھا کہ خلیفہ انھی میں سے ہو اس کے بعد یہ تجویز پیش کی گئی کہ ایک امیر انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے منتخب ہو لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ حدیث پیش کی:

ان هٰذا الامر لایزال فی قریش — منصب خلافت ہمیشہ قریش کے درمیان ہوگا۔

توصحابہ نے اس حدیث سے مستنبط فیصلہ کو تسلیم کرلیا حالانکہ یہ صرف ایک شخص کی خبر تھی۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ "محض اس ایک خبر واحد کی بنا پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش میں سے ہوگا۔"[۱۰] انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس مسئلہ کے علاوہ بھی دیگر بہت سے مسائل میں صحابہ کرام نے خبر واحد کو قبول کیا ہے۔"[۱۱] مثلاً حضرت ابوبکرؓ کا حضورؐ سے یہ روایت کرنا

ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض[۱۲] — نبی کی تدفین وہیں ہوا کرتی ہے جہاں اس کا انتقال ہوتا ہے۔

یا حضورؐ کا یہ ارشاد:-

نحن معاشر الانبیاء لانورث[۱۳] — ہم انبیاء کرام کی جماعت ہیں ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔

یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی جس میں نصاب زکوٰۃ کی صراحت ہے۔[۱۴]

خلفائے راشدین بھی خبر واحد کو قابل حجت تسلیم کرتے تھے:

حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس کا حل نہ قرآن حکیم میں ہوتا اور نہ اس کے سلسلہ میں کسی سنت کا انھیں علم ہوتا تو وہ صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ کیا کسی نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے۔

امام زہری م ۱۲۴ھ نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کیا ہے کہ ایک بڑھیا حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی اور اپنے پوتے کی وراثت میں اپنا حصہ مانگنے لگی۔ انھوں نے فرمایا قرآن میں تو تمہارا کوئی حصہ مذکور نہیں ہے اور میرے علم میں نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کچھ صراحت کی ہو۔ میں لوگوں سے دریافت کرکے تمہیں خبر کردوں گا۔ انھوں نے

صحابہ کرام سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے خبر دی کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے دادی کو میراث میں چھٹا حصہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا کہ کیا کوئی گواہ بھی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے گواہی دی۔ اس پر حضرت ابوبکر نے دادی کو میراث میں چھٹا حصہ دلوایا[۱۵]

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے دوسرے شخص کی گواہی اس لیے طلب نہیں کی تھی کہ وہ کوئی روایت اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ اسے دو آدمی بیان نہ کریں بلکہ اس کی وجہ دوسری تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت ابوبکرؓ کے کسی روایت پر گواہی طلب کرنے کا ذکر صرف کسی ایک روایت میں ملتا ہے ورنہ ان سے بہت ساری ایسی روایتیں مروی ہیں جو خبر واحد کے قبیل سے تھیں مگر ان پر انھوں نے گواہی طلب نہیں کی۔

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ جو کہ روایت حدیث کے معاملہ میں بڑے متشدد تھے۔ انھوں نے بھی خبر واحد کو تسلیم کیا ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام سے مجوس کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے فرمایا: ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں سمجھ میں نہیں آتا میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر ان کے سلسلے میں کسی نے آں حضرت سے کچھ سنا ہو تو وہ ہمیں بتائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے سنوابھم سنة اھل الکتاب (اہل کتاب کی طرح ان سے معاملہ کرو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل کیا وہ ان سے جزیہ لیتے تھے اور ان کو اپنے دین کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دیتے تھے[۱۶]

اسی طرح حضرت عمرؓ نے جنین کی دیت کے بارے میں صحابہ سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کی دیت ایک غلام یا لونڈی قرار دی ہے۔ انھوں نے اس پر گواہی طلب کی تو حمل بن مالکؓ نے اٹھ کر گواہی دی۔ یہ واقعہ متعدد طریقوں سے حضرات صحابہ مغیرہ، حمل بن مالک، ابن عباس اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے، حضرت حمل بن مالکؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جنین کی دیت کے بارے میں نبی کریمؐ کے کسی فیصلہ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت حملؓ نے گواہی دی کہ میں دو عورتوں کے پاس تھا ایک نے دوسرے کو خیمہ کی

لکڑی سے مارا جس سے اس کی اور اس کے جنین کی موت واقع ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کے ساتھ جنین کی دیت ایک لونڈی یا غلام مقرر کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ اکبر اگر ہم تک یہ روایت نہ پہونچتی تو ہمارا فیصلہ اس کے برخلاف ہوتا۔[۱۱]

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے دیت کے بارے میں دو مرتبہ دریافت کیا تھا ایک مرتبہ حضرت مغیرہؓ نے اور دوسری مرتبہ حضرت حملؓ نے جواب دیا قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ سے تو گواہ طلب کیا لیکن حمل بن مالکؓ سے گواہ طلب نہیں کیا شاید حضرت مغیرہ کے جواب والا واقعہ پہلا ہو اس لیے دوسری مرتبہ جب حضرت حملؓ نے جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے گواہی کی ضرورت نہ محسوس کی ہو۔ یا حضرت حملؓ سے گواہی اس لیے نہ طلب کی ہو کہ وہ واقعہ ان کے گھر میں پیش آیا تھا۔ یا ممکن ہے اس کا سبب یہ ہو کہ حضرت عمرؓ کو حضرت مغیرہؓ کے حافظہ میں کچھ شبہ تھا۔ بہرحال اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خبر واحد کو حجت تسلیم کرتے تھے (اس لیے کہ جس روایت کے دو راوی ہوں وہ بھی اصولیین کے نزدیک خبر واحد ہے)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا جب مقام سرغ پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شام میں کوئی وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ حدیث ان کے سامنے پیش کی۔

اذا سمعتم به بارض	اگر تمہیں خبر ملے کہ کسی سرزمین میں وہ وبا
فلا تقدموا علیه وانتم	پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم
بها فلا تخرجوا فرارًا	اس وقت وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار نہ اختیار کرو۔

ابن شہاب زہری نے سالم بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اسی حدیث کو سن کر لوٹ گئے تھے[۱۲] ایک دوسرے موقع پر حضرت عمرؓ نے استیذان کے مسئلہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی خبر کو تسلیم کرلیا تھا۔[۱۳] اگرچہ انھوں نے اس پر گواہ بھی طلب کیا تھا۔ لیکن کسی روایت کے دو راوی ہونے سے بھی وہ متواتر نہیں ہوتی بلکہ خبر واحد ہی رہتی ہے۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ نے ایک صحابیہ فریعہ بنت مالکؓ سے دریافت کیا کہ آں حضور نے متوفی عنہا زوجہا (وہ عورت جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو)

کے بارے میں کیا حکم دیا تھا۔ پھر انھوں نے جو کچھ خبر دی اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

روایت میں ہے کہ حضرت فریعہ بنت مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ آپ مجھے اپنے گھر والوں کے پاس جانے اور وہیں عدت گزارنے کی اجازت دے دیں۔ میرے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے انھوں نے ان کو پا بھی لیا تھا لیکن راستہ میں ان غلاموں نے مل کر انھیں قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر ہی میں رہو۔ یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر جائے انھوں نے عرض کیا میرے شوہر میرے لیے کوئی گھر چھوڑ گئے ہیں نہ نان ونفقہ کا انتظام ہے۔ آپ نے پھر وہی بات فرمائی۔ لہٰذا میں نے وہیں چار ماہ دس دن عدت گزاری۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے اس سلسلہ میں مجھ سے معلوم کیا تو میں نے یہ تفصیلات بتائیں تو انھوں نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔[۲۰]

حضرت علیؓ خبر واحد قبول کرنے میں بڑی احتیاط برتتے تھے یہاں تک کہ ان کے سامنے اگر کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے قسم لیتے تھے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ ان کا یہ غایت درجہ احتیاط خبر واحد کی قبولیت میں مانع نہ ہوا۔

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو کثرت سے مذی آتی تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ معلوم کرتے ہوئے شرماتا تھا۔ کیوں کہ رشتہ میں میں آپ کا داماد تھا۔ اس لیے میں نے مقداد بن اسودؓ کو آں حضرت سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کو کہا۔ انھوں نے آپ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: ایسا شخص عضو مخصوص کو دھولے (غسل کرنے کی ضرورت نہیں)[۲۱]

حضرت علیؓ کا راوی سے قسم لینا شدت احتیاط کی وجہ سے تھا ورنہ جب راوی قابل اطمینان ہوتا تو بغیر کسی رکاوٹ کے اس کی روایت کو قبول کر لیتے تھے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ براہ راست سنتا تھا، اس سے فائدہ اٹھاتا تھا لیکن جب کوئی دوسرا شخص مجھے کوئی حدیث سناتا تو اس پر قسم لیتا تھا اور اس کے بعد ہی اس کی تصدیق کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ایک حدیث سنائی (اور وہ، تو سچے ہیں ان سے قسم لینے کی کیا ضرورت) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ما من مسلم یذنب ذنبا ثم یتوضاء ویصلی رکعتین ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ ۲۲	کوئی مسلمان گناہ کا ارتکاب کرے پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ لے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہوگیا کہ ان کے نزدیک خبر واحد حجت ہے اگرچہ انھوں نے احادیث کی نقل و روایت میں احتیاط کے پیش نظر کچھ مخصوص طریقے اپنائے تھے۔ کیونکہ ایسا کرنا ضروری بھی تھا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خبر واحد کو قبول کرنے سے توقف کیا ہے اس کے دیگر اسباب ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

تمام صحابہ خبر واحد کو حجت مانتے تھے

جب خلفائے راشدین نے خبر واحد کو حجت ماننے کی بنیاد ڈال دی تو تمام صحابہ کرام نے اس طریقہ کو اختیار کیا اور ان میں سے کسی نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی۔
حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: مزارعت میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ رافع بن خدیج نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ اس وقت سے میں نے اسے ترک کر دیا۔ ۲۳

حضرت زید بن ثابتؓ کا خیال تھا کہ اگر کسی عورت کو دوران حج حیض آنے لگے تو وہ اس وقت تک واپس نہ ہو جب تک کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرلے۔ حضرت ابن عباس نے ان سے کہا کہ آپ فلاں انصاری خاتون سے معلوم کریں کہ کیا انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا زید کے دریافت کرنے پر مذکورہ خاتون نے انھیں بتایا، زید ہنستے ہوئے واپس ہوئے اور حضرت ابن عباسؓ سے کہنے لگے آپ کی بات صحیح تھی۔ ۲۴

حضرت ابن عباسؓ نے ربا بالفضل کے بارے میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کو قبول کیا۔ ابوالجوزار روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو بیع صرف کا حکم دیتے ہوئے سنا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے اس سے رجوع کرلیا ہے۔ ایک

موقع پر مکہ معظمہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اس مسئلہ سے رجوع فرمالیا ہے فرمایا، ہاں۔ وہ میری رائے تھی لیکن ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع صرف سے منع کیا ہے۔[25]

غسل جنابت کب واجب ہوتا ہے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا۔ انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس استفسار کے لیے بھیجا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنا دی :

اذا التقی الختانان فقد	جب عورت اور مرد دونوں کی شرمگاہیں
وجب الغسل[26]	آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر سعدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔ میں نے اپنے والد (حضرت عمرؓ) سے دریافت کیا۔ انھوں نے تصدیق کی اور فرمایا جب سعدؓ کوئی حدیث بیان کریں تو پھر کسی دوسرے سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں[27] صحابہ کرام خبر واحد کی صورت میں اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔

گذشتہ روایات اور ان جیسی دیگر بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام خبر واحد کو حجت مانتے تھے۔ کسی بھی صحابی سے اس کے برخلاف مروی نہیں ہے۔ ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں اور رایوں پر خبر واحد کو مقدم رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو آدمیوں کے درمیان ایک فیصلہ کیا۔ حضرت بلالؓ نے انھیں خبر دی کہ اس طرح کے ایک معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مختلف تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا۔[28]

حضرت عمرؓ انگلیوں کی دیت نصف دیت قرار دیتے تھے اور مختلف انگلیوں کی حیثیت میں فرق کرتے تھے جب انھیں معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو لکھا تھا کہ ہر انگلی کے بدلے دس دس اونٹ ہے تو انھوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور تمام انگلیوں کو برابر حیثیت دی۔[29]

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورت اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ نہیں پائے گی۔ یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا تھا کہ: اشیم ضبابی کی دیت میں سے اس کی بیوی کو بھی حصہ دو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ

نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔[۳۰]

یہاں یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ صحابہ کا عمل خبر واحد کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی دوسری دلیل پر مبنی ہوتا تھا اس لیے کہ انھوں نے جن اخبار احاد کو قبول کیا ان سے قبل ان کی دو حالتیں تھیں:

(۱) یا تو ان کو درپیش مسئلہ میں تردد ہوتا تھا اور اس کے بارے میں ان کے لیے صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہوتا تھا چنانچہ وہ لوگوں سے معلوم کرتے رہتے تھے کہ کیا ان کے پاس اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم موجود ہے اور جس شخص کی یہ حالت ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے پاس اس خبر واحد کے علاوہ کوئی دوسری دلیل تھی۔

(۲) یا وہ پیش آمدہ مسئلہ میں سے کوئی رائے رکھتے تھے جو اجتہاد پر مبنی ہوتی تھی۔ لیکن جب ان کے پاس کوئی روایت پہونچتی تھی تو وہ اپنے اجتہاد کو ترک کر کے سنت پر عمل کرنے لگتے تھے۔ یہاں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا اپنی رائے سے رجوع کر کے اور دوسری رائے پر عمل خبر واحد کے علاوہ کسی دوسری دلیل کی بنا پر تھا۔ اس لیے کہ انھوں نے اس وقت اپنا موقف بدل لیا جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں میں صحابہ کرام اسی خبر (حدیث) پر عمل کرتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تک پہونچتی تھی۔[۳۱]

صحابہ کرام خبر واحد کی مخالفت کرنے والے کی مذمت کرتے تھے

کسی نے حضرت ابن عباسؓ کو خبر دی کہ فلاں شخص کا خیال ہے کہ موسیٰ صاحب خضر موسیٰ بنی اسرائیل نہیں بلکہ کوئی دوسرے موسیٰ تھے۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ دشمن خدا نے غلط کہا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اسی میں آپ نے موسیٰ وخضر کا واقعہ بھی بیان کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ موسیٰ صاحب خضر موسیٰ بنو اسرائیل ہی تھے۔[۳۲]

حضرت معاویہؓ نے سونے چاندی کے کچھ برتن ان کے وزن سے کچھ زیادہ مالیت میں فروخت کیے حضرت ابو درداءؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت معاویہؓ نے جواب دیا۔میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔یہ سن کر حضرت ابو درداءؓ بہت خفا ہوئے۔فرمایا: میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتا رہے ہیں خدا کی قسم میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا[۳۳] چناں چہ وہ اس کے بعد شام چھوڑ کر چلے گئے۔ایسی ہی ایک روایت حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے جو اول الذکر کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے[۳۴]

طاؤسؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعت نماز کے بارے میں سوال کیا انھوں نے اس سے منع کیا۔طاؤس نے کہا میں تو نہیں چھوڑوں گا۔اس پر حضرت ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی۔

ما کان لمومن ولا	کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو
مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ	یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا
امرا ان یکون لھم الخیرۃ	رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے
من امرھم ومن یعص اللہ	اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا
ورسولہ فقد ضل ضلالا	اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور
مبینا[۳۵]	اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ
	صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی انھوں نے اس کو ایک حدیث سنائی اس پر اس شخص نے اپنی رائے ظاہر کی جو اس حدیث سے مختلف تھی۔اس پر ابو سعید خدریؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم دونوں کا ایک ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا[۳۶]

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام خبر واحد کو حجت تسلیم کرتے تھے اور جو شخص خبر واحد کے باوجود اپنی رائے پر جما رہتا تھا اس کی مذمت کرتے تھے۔

خبر واحد کی حجیت پر صحابہ کا اجماع

اس طرح کی مثالیں بے شمار ہیں۔ان سے واضح ہوتا ہے کہ خبر واحد کے مقبول ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔خبر واحد کا انکار بعد کے لوگوں کی ایجاد ہے۔فخر الدین رازی خبر واحد پر صحابہ کرام کے عمل کی چند مثالیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

یہ مثالیں سمندر کے مقابلے میں چند قطرے کی حیثیت رکھتی ہیں جو شخص کتب حدیث کا مطالعہ کرے گا اس کو ایسی بے شمار حدیثیں مل جائیں گی ان میں سے ہر حدیث اگر متواتر نہیں لیکن ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک سے خبر واحد پر عمل کا ثبوت ملتا ہے اس طرح معنوی اعتبار سے تواتر ثابت ہو گیا۔[۳۷]

امام آمدی اپنی کتاب "الاحکام" میں صحابہ و تابعین کے خبر واحد پر عمل کرنے کی مثالیں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی بے شمار مثالیں ہیں۔ یہ چیز ان کے درمیان بلا نکیر عام تھی یہی بعد میں تابعین مثلاً علی بن حسین، محمد بن علی، جبیر بن مطعم، نافع بن جبیر، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن یسار، عطاء بن یسار، طاؤس عطاء، مجاہد، سعید بن مسیب اور حرمین اور کوفہ و بصرہ کے فقہاء کا بھی یہی طریقہ تھا۔ یہاں تک کہ بعد میں اس چیز کی مخالفت کرنے والوں کا گروہ پیدا ہو گیا۔[۳۸]

تفتازانی اور ابن نجیم فرماتے ہیں:

اس پر اجماع سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ صحابہ کرام وغیرہ خبر واحد سے استدلال کرتے تھے اور بے شمار مواقع پر ان کا اس پر عمل بھی رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ان کا اجماع تھا اور قول صریح کے مثل ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا عمل محض خبر واحد سے ہوتا تھا۔ بعض روایات ان کے خبر واحد کو نہ قبول کرنے کے سلسلے میں بھی ہیں۔ یہ چیز اس وقت ہوتی تھی جب کسی وجہ سے اس کے صحیح ہونے میں شبہ ہوتا تھا۔[۳۹]

ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب "العدۃ" میں صحابہ کرام کے خبر واحد پر عمل کی چند مثالیں دینے کے بعد لکھا ہے:

اس کی مثالیں بہت سی ہیں جن کا بیان طوالت کا باعث ہو گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد پر عمل پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔[۴۰]

مزید فرماتے ہیں:

صحابہ کرام کا خبر واحد کو قبول کرلینا معنًا تواتر سے ثابت ہے[۳۹]

خطیب بغدادی نے خبر واحد کے حجت اور واجب العمل ہونے پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے انھوں نے اپنی کتاب "الکفایہ فی علم الروایۃ" میں ایک فصل منعقد کی ہے جس میں خبر واحد کے حجت ہونے کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے مروی بہت سی روایات جمع کی ہیں۔ ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خبر واحد پر عمل تمام تابعین اور ان کے بعد ہمارے زمانہ تک کے تمام فقہاء کا طریقہ تھا۔ اس کا کسی نے انکار کیا نہ اس پر کوئی اعتراض سامنے آیا اس سے معلوم ہوا کہ اس پر سب کا اتفاق تھا اس لیے اگر کسی کو اس سے اختلاف ہوتا تو ان کا اختلاف ہم تک پہونچتا[۴۰]

خبر واحد کی حجیت پر دلائل کا ذکر کرتے ہوئے امام شوکانی فرماتے ہیں۔

خبر واحد کے حجت ہونے کی ایک دلیل اجماع ہے۔ اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع تھا ان میں سے کسی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے کیوں کہ اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو وہ ہم تک ضرور پہونچتا۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ

جو شخص احادیث نبوی اور صحابہ تابعین اور جمہور امت کے آثار کا مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ سب اسے تسلیم کرتے تھے اور جو صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے عمل کرنے کی مثالیں تلاش کرے گا اسے ایسی ڈھیر سی مثالیں مل جائیں گی[۴۲]

امام شافعی فرماتے ہیں:

اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ قدیم وجدید ہر زمانے کے مسلمانوں نے خبر واحد کو تسلیم کیا ہے اور اسے حجت مانا ہے اور تمام فقہاء نے اس کا اثبات کیا ہے۔ لیکن میں محتاط الفاظ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے یاد نہیں کہ فقہاء میں سے کسی نے خبر واحد کے حجت ہونے کے سلسلے میں اختلاف کیا ہو[۴۳]

خبر واحد پر عمل کے سلسلہ میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اجماع کا تذکرہ تمام علماء نے کیا ہے اور اسے خبر واحد کی حجیت کی ایک قوی دلیل کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ان میں امام ابو حامد غزالی، حافظ الدین نسفی، بزدوی، علاء الدین، بخاری، جوینی، ابن قدامہ اور ابو اسحاق شیرازی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں[۴۶]۔

بعض احادیث کے سلسلہ میں صحابہ کرام کا موقف

اگر خبر واحد پر عمل اور اس سے استدلال پر تمام صحابہ کا اجماع ہے تو بعض احادیث کے بارے میں بعض صحابہ نے توقف کیوں کیا؟

یہ ایک قدیم اعتراض ہے جسے اجماع کے مخالفین پہلے بھی اٹھاتے رہے ہیں اور عہد حاضر کے اہل قلم بھی اس کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہیں۔

پہلے ہم اس قبیل کی احادیث پیش کریں گے پھر حسب موقع اختصار یا تفصیل سے ان کا جواب دیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے دادی کی میراث کے سلسلے میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت کو قبول کرنے سے توقف کیا یہاں تک کہ جب محمد بن مسلمہؓ نے بھی اس کی شہادت دی تب اسے قبول کیا۔ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے استیذان کے مسئلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت کو قبول کرنے سے توقف کیا یہاں تک کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی شہادت دی۔ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا اور اس پر عمل نہیں کیا[۴۷]۔ حضرت علیؓ نے بروع بنت واشق کے واقعہ میں ابو سنان اشجعی کی روایت کو قبول نہیں کیا[۴۸]۔ حضرت علی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے سامنے اگر کوئی آنحضرت سے حدیث بیان کرتا تو اس سے قسم لیا کرتے تھے[۴۹]۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ:

"میت کے گھر والوں کے رونے پر اسے عذاب دیا جاتا ہے۔"

حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو صحیح نہیں سمجھا[۵۰]۔ اسی قبیل کی اور بہت سی احادیث ہیں جنھیں بعض صحابہ کرام نے رد کیا ہے۔

جوابات:۔

احادیث کے بارے میں صحابہ کرام کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے ان احادیث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک قسم ان احادیث کی ہے جن میں صحابہ کرام نے اس وقت تک توقف کیا جب تک کہ کسی دوسرے راوی نے اس کی گواہی نہیں دی۔

دوسری قسم ان احادیث کی ہے جنھیں بعض صحابہ کرام نے مطلق قبول نہیں کیا ہے اس لیے کہ ان کی نظر میں ان سے مخالف مضمون کی احادیث زیادہ قوی تھیں۔

پہلی قسم کی احادیث

پہلی قسم کی روایات کے بارے میں صحابہ کا توقف ان کی صحت میں پیدا ہونے والے شک و شبہ کی وجہ سے تھا اسی لیے وہ اس شک کو دور کرنے کے لیے شہادت طلب کرتے تھے پھر جب شہادت کے ذریعہ وہ شبہ دور ہو جاتا تھا تو وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔ ایسی روایات شہادت کے باوجود اخبار احاد ہی رہتی تھیں۔ اس لیے اخبار احاد کو نہ تسلیم کرنے والا ایسی روایات سے استدلال نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی روایات سے کسی بھی روایت کے قابل قبول ہونے کے لیے دو راویوں کا ہونا مشروط معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے خبر واحد کے مقبول ہونے کی بکثرت روایات سے اس شرط کی تردید ہوتی ہے۔

ہمارے موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام جنھوں نے بعض اخبار احاد کو قبول کرنے سے توقف کیا ہے انھوں نے ہی دسیوں اخبار احاد کو بغیر کسی تائیدی روایت کے قبول کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اخبار احاد کے قبول کرنے سے انھوں نے توقف کیا تھا اس کا سبب محض خبر واحد کا ہونا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کا کوئی دوسرا سبب تھا۔ وہ اسباب کیا تھے۔ بعض روایات میں ان کا ذکر صراحت سے ہے اور بعض میں ان کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ سطور ذیل میں ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

الف: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت پر حضرت عمرؓ کا توقف

جہاں تک حضرت ابوموسیٰ کی روایت کے بارے میں حضرت عمر کے موقف کا معاملہ

ہے تو اس کے سبب کی وضاحت حضرت عمرؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کا اظہار انھوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی گواہی کے بعد کیا تھا:

انا لانتهمك ولكن	ہم تم کو متہم نہیں کرتے ہیں لیکن
الحديث عن رسول الله صلى	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
الله عليه وسلم شديد	کرنے کا معاملہ بہت سخت ہے۔

اس موقع پر حضرت ابی بن کعبؓ نے بھی شہادت دی تھی اور فرمایا تھا:

"اے ابن خطاب اصحاب رسول پر سختی نہ کرو"

اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

سبحان اللہ میں نے ایک بات سنی تو چاہا کہ اس کا ثبوت حاصل کروں[۴۹]

حضرت عمرؓ کے اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت قبول کرنے سے توقف اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ خبر واحد ہے، بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قبول کرنے میں احتیاط ملحوظ رکھنا چاہتے تھے تاکہ لوگ اس معاملہ میں تساہل سے کام نہ لیں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ ان کو اس معاملہ میں جو شبہہ پیدا ہو گیا تھا گواہی کے ذریعہ اس کا ازالہ چاہتے تھے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ:

حضرت عمرؓ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو متہم کیا نہ ان کو غلط کار سمجھ کر ان سے گواہی طلب کی تھی بلکہ ان کی شدت احتیاط صرف اس وجہ سے تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت کا معاملہ انتہائی احتیاط کا متقاضی ہے اور تاکہ بعد کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط روایات منسوب نہ کر سکیں[۵۰]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے بعد کے محدثین کے لیے اس طریقہ کو رواج دیا کہ روایت حدیث کا ثبوت تلاش کرنا چاہیے وہ بسا اوقات کسی خبر واحد کے بارے میں توقف اختیار کر لیتے تھے اگر انھیں اس کے بارے میں کوئی شبہہ ہو جاتا تھا[۵۱]

مثال میں ذہبی نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی یہی روایت پیش کی ہے۔[۵۱]

روایت حدیث میں غیر معمولی احتیاط اور غلطی کے خوف سے حضرت عمرؓ سے بہت کم احادیث کی روایت معروف ہے۔ امام مسلم نے کتاب التمییز میں قیس بن عباد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی اور جس طرح سنا تھا اسی طرح دوسروں تک پہونچا دیا وہ محفوظ رہا۔[۵۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا گواہی طلب کرنا روایت حدیث کے سلسلہ میں شدت احتیاط کی بنا پر تھا۔ اسی طریقہ پر دوسرے صحابہ بھی عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام پر تو حدیث بیان کرتے ہوئے لرزہ طاری ہوجاتا تھا اور وہ پسینہ سے تر ابور ہوجاتے تھے۔ روایت بیان کرنے کے بعد اس طرح کہا کرتے تھے۔ اونحو ھذا او مثل ھذا (آپ نے اسی طرح کی کوئی بات فرمائی تھی) اس خوف سے کہ غلط حدیثوں کے بیان کرنے پر جو وعید آئی ہے وہ کہیں ان پر صادق نہ آجائے۔[۵۳]

(ب) حدیثِ مغیرہ پر حضرت ابوبکر کا توقف

دادی کی میراث کے سلسلہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت پر حضرت ابوبکرؓ کے توقف کرنے سے خبر واحد پر عمل کا ابطال نہیں ہوتا کیوں کہ محمد بن مسلمہ کی گواہی کے بعد بھی وہ خبر واحد ہی رہتی ہے نہ متواتر بنتی ہے اور نہ مشہور۔

ایک دوسرے پہلو سے غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ اس پر عمل سے احتراز کیا تھا بلکہ محض ایک شبہہ کی بنا پر اس کی تائید میں ایک دوسرے راوی کا مطالبہ کیا تھا تاکہ کسی قسم کا کوئی شک وشبہہ باقی نہ رہے۔ وہ شبہہ یہ تھا کہ دادی کی میراث کے بارے میں حکم کا علم صرف حضرت مغیرہ ہی کو کیوں ہوسکا، دیگر صحابہ سے یہ حکم کیوں مخفی رہا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مغیرہ کو وہم ہوگیا ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ محض اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے انھوں نے گواہی طلب کی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خبر واحد کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ دیگر بہت سی روایات ہیں (جن میں سے کچھ کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے) جنھیں انھوں نے اخبار احاد ہونے کے

باوجود قبول کیا ہے۔ تعجب ان لوگوں کے رویے پر ہے جنھیں اس ایک روایت کی قبولیت میں حضرت ابوبکر کے توقف کا تو علم ہے لیکن ان بہت سی اخبار احاد کا علم نہیں جنھیں انھوں نے قبول کیا ہے۔ مزید یہ کہ انھوں نے اس استثنار کو قاعدہ کلیہ بنا لیا ہے اور دیگر سیکڑوں روایات کو استثنائی صورت قرار دے دیا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

جہاں تک دادی کی میراث کے بارے میں حضرت مغیرہ کی حدیث پر حضرت ابوبکر کے توقف کا معاملہ ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور رہا ہوگا ممکن ہے یہ وجہ رہی ہو کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ حکم باقی ہے یا منسوخ ہوگیا ہے یا وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ کیا اس حدیث کا علم اور کسی کو ہے تاکہ حکم مزید مؤکد ہو جائے یا محض تاکید و توثیق کے لیے انھوں نے توقف کیا جس طرح کہ حاکم دو اشخاص کی گواہی کے باوجود محض تاکید کے لیے مزید گواہی کا انتظار کرتا ہے یا ممکن ہے انھوں نے توقف کا اظہار اس لیے کیا ہو تاکہ لوگ روایت حدیث کے معاملے میں تساہل سے کام نہ لیں اور اسی وقت حدیث بیان کیا کریں جب ان کو قطعیت کا یقین ہو جایا کرے۔ مذکورہ توجیہات میں سے کوئی توجیہ کرنی اس لیے ضروری ہے کیوں کہ حضرت ابوبکر سے قطعی طور سے ثابت ہے کہ وہ خبر واحد کو قبول کرتے تھے اور اس کے قائلین کا رد نہیں کرتے تھے۔[۵۴]

ابو اسحاق شیرازی مذکورہ دونوں حدیثوں میں حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے توقف کی یوں توجیہ کرتے ہیں۔

ممکن ہے انھوں نے گواہی کا مطالبہ احتیاط کی غرض سے کیا ہو[۵۵]

امام سرخسی فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوبکر نے حضرت مغیرہ سے گواہی اس لیے طلب کی تھی کیوں کہ ان کو ان کی روایت میں شک ہوگیا تھا یا حضرت مغیرہ نے

یہ کہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ بہت سے صحابہ کرام
کی موجودگی میں کیا تھا لہٰذا حضرت ابو بکرؓ نے چاہا کہ دوسرے لوگوں سے
اس کی گواہی مل جائے [۵۶]

ج۔ حضرت علیؓ کا راوی سے قسم لینا

اسی قبیل سے حضرت علیؓ کا یہ عمل بھی ہے کہ وہ روایت حدیث کے موقع پر راوی سے قسم لیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل بھی از روئے احتیاط تھا۔ خبر واحد قسم لینے کے بعد بھی خبر واحد ہی رہتی تھی قسم سے اگر کچھ فائدہ ہو سکتا تھا تو یہ کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ڈریں اور صرف وہ روایت کریں جن کے صحیح طریقے سے سننے اور یاد رکھنے کا یقین ہو۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی قسم کے بغیر خبر واحد کو قبول ہی نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ بعض مواقع پر انھوں نے قسم کے بغیر بھی خبر واحد کو تسلیم کیا ہے مثلاً حضرت ابو بکرؓ کی روایت جس کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں

حضرت علی روایت کرنے والے سے قسم لیتے تھے یہ احتیاط کی بنا پر
تھا یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کی روایت کو بغیر قسم کے
قبول کر لیا تھا جس شخص کے نزدیک خبر واحد ناقابل قبول ہو وہ قسم
کی صورت میں بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ [۵۷]

دوسری قسم کی احادیث

اخبار آحاد کی دوسری قسم وہ ہے جس میں صحابہ کرام نے کسی روایت کو اس لیے قبول نہیں کیا کیوں کہ ان کی نظر میں دوسری روایت جو اس کے مخالف ہے اس سے زیادہ قوی تھی۔ اسی قبیل سے حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی وہ روایت قبول نہ کرنا ہے جس میں تین طلاق پانے والی عورت کے لیے 'سکنیٰ' کا حکم بیان کیا گیا ہے اور حضرت علیؓ کا معقول بن سنانؓ اشجعی کی روایت کو نہ قبول کرنا اور حضرت عائشہؓ کا ابن عمرؓ کی روایت کو قبول نہ کرنا ہے جس میں میت کے گھر کے رونے پر اس

کو عذاب دیئے جانے کا تذکرہ ہے۔ ان احادیث کے سلسلے میں درج ذیل باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض روایات کو راوی میں کسی سبب کے پائے جانے کی وجہ سے قبول نہیں کیا گیا جیسا کہ اشجعی اور فاطمہ بنت قیسؓ کی روایات میں ہے۔ علمائے اصول نے بہت سی ایسی روایتوں کو قبول نہیں کیا ہے جن میں راوی کی عدالت، اتصال یا ضبط کی شرطیں نہیں پائی جاتی تھیں یا ان میں کوئی شذوذ یا علت پائی جا رہی تھی۔ اس نوع کی روایات کا راوی کی تعداد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(۲) بعض حدیثیں اس لیے قبول نہیں کی گئیں کہ ان کے معارض دوسری حدیثیں قابل ترجیح تھیں۔ یہ چیز خبر واحد کے نا قابل قبول ہونے کے قبیل سے نہیں ہے ہم سب کا اتفاق ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل واجب ہے۔ بسا اوقات دو آیتیں ظاہراً متعارض نظر آتی ہیں ہم کسی ترجیح کی بنا پر ایک آیت پر عمل کرتے ہیں اور مرجوح کو ترک کر دیتے ہیں گویا نصوص میں تعارض اور ان کے درمیان ترجیح و تاویل خبر واحد کی قبولیت یا عدم قبولیت کے قبیل سے نہیں ہے۔

(۳) جس طرح دلائل کے تعارض کی صورت میں علمائے اصول کے درمیان ان کی تاویل، تطبیق اور ترجیح میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام کا بھی معاملہ تھا۔ ایک صحابی کی وجہ سے کسی روایت کو تسلیم نہیں کرتا تھا مگر دوسرے کے نزدیک وہ قابل قبول ہوتی تھی۔

اب ہم مذکورہ بالا حدیثوں میں سے ہر ایک کے بعض صحابہ کے نزدیک قابل قبول نہ ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالیں گے۔

الف۔ روایت فاطمہ بنت قیس

جہاں تک فاطمہ بنت قیس والی روایت کا معاملہ ہے تو اس پر عمل نہ کرنے کے سلسلے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔

> ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے حضور کے ارشاد

کو یاد بھی رکھا ہے یا بھول گئی ہے۔

اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں :۔

(۱) حضرت عمرؓ نے ان کی روایت کو درج ذیل آیت کے مخالف سمجھا :۔

لا تخرجوهن من بيوتهن	زمانہ عدت میں نہ تم انھیں ان کے گھر
ولا يخرجن الا ان يأتين	سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الایہ کہ وہ کسی
بفاحشة مبينة	صریح برائی کی مرتکب ہوں۔

اسی طرح انھوں نے اس روایت کو بعض روایات کے بھی مخالف سمجھا جب کہ اگر فاطمہ بنت قیس کی روایت قرآن حکیم اور دیگر روایات کے مخالف ہوتی تو کسی صحابی کا اس پر عمل نہ ہوتا۔

(۲) حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیسؓ کے بارے میں فرمایا کہ پتہ نہیں انھیں اپنی روایت ٹھیک طور سے یاد بھی ہے یا نہیں اور اس میں شبہہ نہیں کہ اگر راوی صحیح طریقے سے روایت کو محفوظ رکھنے پر قادر نہ ہو تو اس کی روایت قابل قبول نہ ہوگی اگر وہ اپنی روایت میں اکیلا ہو اور اس کی روایت کسی دوسری روایت کے مخالف نہ ہو۔ پھر اگر اس کی روایت یادداشت کے اعتبار سے بھی ناقص ہو اور کتاب وسنت سے بھی متعارض ہو تو وہ کیوں کر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو کتاب اور سنت دونوں کے مخالف سمجھا۔ دیگر صحابہ کرام کی رائے حضرت عمرؓ کی اس رائے سے مختلف تھی ان میں سے بعض اس آیت کو منسوخ سمجھتے تھے جبکہ کچھ دوسرے اس کی تاویل کرتے تھے کتب تفسیر و فقہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث موجود ہے[۵۹] اس لیے اخبار آحاد کے منکرین کے لیے یہ چیز دلیل نہیں بن سکتی۔ کیوں کہ اگر اس روایت کو حضرت عمرؓ نے قبول نہیں کیا تو دوسرے بہت سے صحابہ نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اس لیے اس سے خبر واحد پر عمل کے سلسلہ میں صحابہ کرام کے اجماع کی نفی نہیں ہوتی۔

ب : روایت معقل اشجعی

رہی معقل بن سنان اشجعیؓ کی روایت تو اسے قبول نہ کرتے ہوئے حضرت علی

فرمایا تھا:

ہم کسی ایسے بدّو کی روایت کو کیسے قبول کریں جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے اور جس کی عدالت اور ضبط کا علم نہیں گویا ان کے نزدیک ایسے شخص کی روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت معقل کی روایت میں یہ بات تھی کہ جس عورت کا نکاح بغیر مہر مقرر کیے ہوئے ہو جائے اور پھر خلوت صحیحہ سے قبل اس کا شوہر انتقال کر جائے تو وہ مہر مثل کی مستحق ہوگی۔ حضرت علیؓ نے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا ان کی رائے میں اس عورت کو مہر نہیں ملے گا وہ صرف میراث میں سے حصہ پائے گی اور اسے عدت گزارنی ہوگی۔ انھوں نے اسے ایک پہلو سے طلاق پر قیاس کیا قرآن میں ہے کہ نکاح کے بعد صحبت سے قبل ہی اگر کسی عورت کو طلاق ہو جائے تو وہ نصف مہر پائے گی اور اسے عدت نہیں گزارنا ہوگی۔ حضرت علیؓ نے مذکورہ صورت کو بھی طلاق پر قیاس کیا اور چونکہ قرآن نے میراث میں زوجین کا حصہ بیان کیا ہے اور یہ نکاح صحیح تھا اس لیے اسے میراث کا مستحق قرار دیا۔ گویا حضرت علیؓ کے اس روایت کو تسلیم نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں:

(۱) انھیں راوی کی عدالت و ضبط کے بارے میں واقفیت نہیں تھی۔

(۲) ان کا خیال تھا کہ یہ روایت دیگر قوی دلائل سے ٹکرا رہی ہے۔

اس روایت کو رد کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اسے دیگر اصولوں کے خلاف سمجھ لیا گیا۔ یہ حضرت علیؓ کا اجتہاد تھا۔ اس اجتہاد میں بعض صحابہ ان کے ہم خیال ہیں اور بعض مخالف، مثلاً حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا ہے اور حضرت علیؓ کے مثل بات کہی ہے۔ جب کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو اختیار کیا۔ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔[۶۵]

ج۔ حدیث ابن عمرؓ

حضرت عائشہؓ نے بھی عذاب میت کے سلسلہ میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کو قبول نہیں کیا تھا اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ یہ حدیث آیت کریمہ "لا تزر وازرة وزر اخرٰی" (ترجمہ: کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) سے متعارض ہے

انھوں نے اس حدیث کو محض خبر واحد ہونے کی وجہ سے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ ان کا انکار مذکورہ بالا سبب سے تھا۔ اس لیے حضرت عائشہؓ کا یہ عمل بھی منکرین خبر واحد کی دلیل نہیں بن سکتا۔

مذکورہ بالا تینوں حدیثوں اور اس جیسی دوسری حدیثوں کو محض ان کے اخبار احاد ہونے کی وجہ سے رد نہیں کیا گیا ہے بلکہ انھیں بعض صحابہ نے اس لیے رد کیا ہے کیونکہ ان کو اس سے زیادہ قوی دلیلیں مل گئی تھیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں :

> میرے نزدیک کسی عالم کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی خبر واحد کو تو قبول کرکے اس پر عمل کرے اور اس جیسی دوسری خبر واحد کو رد کردے الا یہ کہ کوئی دوسری روایت اس سے متعارض ہو جو اس سے زیادہ قوی ہو یا اس کے راوی کا حافظہ درست نہ ہو یا وہ متہم ہو یا جس سے اس نے روایت کی ہے اس پر کوئی تہمت ہو یا اس روایت میں دو معانی کا احتمال ہو اور وہ تاول کرکے دوسرے معنی کو اختیار کرے، اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو اس روایت کا ترک کرنا جائز نہیں۔[۶۶]

امام شوکانی فرماتے ہیں:

> جن لوگوں نے خبر واحد پر عمل کی مخالفت کی ہے وہ دلیل میں کوئی ایسا قول نہیں پیش کرسکے ہیں جو قابل قبول ہو جو شخص صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے حالات کا مطالعہ کرے گا وہ خبر واحد پر عمل کے ان کے اتنے واقعات پائے گا کہ ایک ضخیم دفتر بھی ان کے لیے ناکافی ہوگا۔ اگر ان کے یہاں کسی روایت کو قبول نہ کرنے کی کوئی مثال ملتی ہے تو وہ خارجی اسباب کی بنا پر ہے مثلاً اس روایت کی صحت میں شک ہو یا راوی متہم ہو یا اس کے مخالف کوئی راجح روایت ہو محض خبر واحد ہونے کی وجہ سے انھوں نے اسے ترک نہیں کیا ہے[۶۷]

علامہ آمدی فرماتے ہیں :

> بعض صحابہ کرام بلکہ ان میں سے اکثر مجتہدین خبر واحد کو قبول کرتے تھے بقیہ کی طرف سے بغیر نکیر کے سکوت ہے یہ گویا ان کے اجماع کی دلیل

ہے البتہ جن اخبار آحاد کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا ہے یا ان کے سلسلہ میں توقف کیا ہے تو وہ بعض خارجی اسباب کی بنا پر تھا مثلاً کوئی زیادہ قوی روایت اس کے معارض ہو یا اس کی قبولیت کی کوئی شرط مفقود ہو، عدم قبولیت کا سبب اس کا خبر واحد ہونا نہیں تھا اس لیے کہ وہ سب لوگ اس کے واجب العمل ہونے پر متفق تھے۔[٦٣]

صحابہ کرام نے بعض اخبار احاد کو تسلیم نہیں کیا اس کی توجیہ کرتے ہوئے امام ابو اسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

صحابہ کا کثرت سے اخبار آحاد کو قبول کرنا اس کے واجب العمل ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا کسی خبر واحد کو قبول نہ کرنا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں اس لیے کہ اگر روایت میں کوئی علت ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔[٦٤]

گزشتہ تفصیلات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خبر واحد کے سلسلہ میں عصر حاضر کے بعض ان دانش وروں کا نقطۂ نظر درست نہیں ہے جو ان روایتوں کو بنیاد بنا کر جنھیں صحابہ کرام نے بعض خارجی اسباب کی بنا پر تسلیم نہیں کیا تھا، ایک قاعدہ کلیہ بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبر واحد لائق عمل نہیں اور ان بہت سی روایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جنھیں صحابہ کرام نے اخبار آحاد ہونے کے باوجود قبول کیا ہے اور جن کے واجب التعمیل ہونے پر ان کا اجماع ہے۔

حواشی ومراجع

[١، ٢] علماء اصولیین نے متواتر کی تعریف یہ کی ہے کہ متواتر وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ اتنی بڑی تعداد میں ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ممکن نہ ہو۔

خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک یا ایک سے زیادہ لوگ روایت کریں لیکن وہ تواتر کی حد کو نہ پہونچتے ہوں، تفصیل کے لیے دیکھئے۔ قاسمی محمد جمال الدین وفات ١٣٣٢ھ/١٩١٣ء قواعد التحدیث ٧٤، ١ طبع دوم عیسی البابی الحلبی، قاہرہ ١٩٦١ء رازی محمد بن عمر بن الحسین وفات ٦٠٦ھ/١٢٠٩ء المحصول فی علم

٦٧ / ٤

اصول الفقہ، تحقیق: طہٰ العلوانی طبع اول جامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض ۱۹۸۰ء ص ۳۲۳، بخاری عبدالعزیز بن احمد وفات ۷۳۵ھ/۱۳۲۹ء کشف الاسرار عن اصول البزدوی دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۷۴ء ص ۳۶۰

ابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیم وفات ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء فتاوی ابن تیمیہ، الافتاء السعودی، ریاض ۱۳۹۸ھ ص ۴۸-۵۰

سیوطی: جلال الدین وفات ۹۱۱ھ/۱۵۵۵ء تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، دار الکتاب العلمیہ قاہرہ ۱۹۶۶ء ۱۷۶/۲۔

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

شافعی محمد بن ادریس وفات ۲۰۴ھ/۸۱۹ء الرسالہ تحقیق محمد سعید گیلانی طبع اول، عیسی البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۶۹ء ص ۱۷۵—۲۰۰۔ رازی المحصول ۵۲۵/۲، بنانی عبد الرحمٰن بن جار اللہ وفات ۱۱۱۹ھ/۱۷۸۴ء حاشیہ البنانی علی شرح الجلال المحلی علی متن جمع الجوامع للسبکی، دار الاحیاء الکتب العربیہ قاہرہ ص ۱۳۱

۴۔ بخاری محمد بن اسماعیل وفات ۲۵۶ھ/۸۶۹ء صحیح البخاری مع فتح الباری۔ المطبعۃ السلفیہ قاہرہ ۵۰۶/۱ طبع سوم۔ نیسابوری مسلم بن الحجاج وفات ۲۶۱ھ/۸۷۴ء صحیح مسلم تحقیق محمد فواد عبد الباقی، طبع پنجم، دار احیاء التراث العربی، قاہرہ ۱۹۵۵ء ۳۷۴/۱۔ امام مالک بن انس اصبحی وفات ۱۷۹ھ/۷۹۵ء الموطا تحقیق محمد فواد عبد الباقی طبع دوم دار احیاء التراث العربی قاہرہ ۱۹۵/۱۔ ابوداؤد سجستانی سلیمان بن اشعث وفات ۲۷۵ھ/۸۸۸ء سنن ابی داؤد طبع سوم مکتبہ البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۵۲ء ۳۴۰/۱۔ الدارمی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن وفات ۲۵۵ھ/۸۶۸ء سنن الدارمی طبع دوم دار احیاء السنۃ النبویہ ۲۸۱/۱ امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وفات ۲۴۱ھ/۸۵۵ء مسند امام احمد طبع اول المطبع المیمنیہ ۱۱۳/۲، نسائی احمد بن شعیب وفات ۳۰۳ھ/۹۱۵ء سنن نسائی طبع اول ۲۴۳/۱

۵۔ اس استدلال کی وضاحت کے لیے مزید دیکھئے امام شافعی: الرسالہ ص ۱۷۷

۶۔ دیکھئے صحیح بخاری ۲۳۲/۱۳ صحیح مسلم ۱۵۷۴/۲ موطا امام مالک ۸۷۴/۲ مسند احمد ۲۸۸/۱ اور امام شافعی الرسالہ ص ۱۷۸

۷۔ امام شافعی الرسالہ: ص ۱۷۸

۸۔ حوالہ سابق ص ۱۷۰ و مابعد

۹۔ یہ حدیث حضرات ابوبکرؓ، علیؓ، انسؓ، معاویہ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے دیکھئے صحیح بخاری ۱۱۳/۱۳، ۱۱۴، اس حدیث کی پوری تفصیل ابن حجر نے لکھی ہے ملاحظہ ہو، فتح الباری ۱۱۴/۱۳- ۱۱۹ ہیثمی علی بن ابی بکر وفات ۸۰۷ھ/۱۴۰۴ء مجمع الزوائد طبع دوم دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۶۷ء ۱۹۱/۵۔ عجلونی اسماعیل

بن محمد وفات ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۵ء کشف الخفاء طبع دوم مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۱/۳۱۸ مسند احمد ۳/۱۲۹-۱۸۳،
۴/۲۱۴-۲۴۴ سنن الدارمی ۲/۲۴۲

۱۰؎ رازی: المحصول ۲/۵۲۷

۱۱؎ نفس مصدر ۲/۲۶۰-۲۶۳

۱۲؎ مؤطا امام مالک ۱/۲۳۱ ترمذی محمد بن عیسیٰ بن ثورہ وفات ۲۷۹ھ/۸۹۲ء تحقیق: محمد فواد عبدالباقی عیسیٰ البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۶۲ء ۱/۵۲۱

۱۳؎ صحیح بخاری ۴/۷۷-۹۳ سنن نسائی ۷/۱۳۲ مسند احمد ۱/۶ جامع ترمذی ۴/۱۵۷-۱۵۸

۱۴؎ سنن نسائی ۲/۲۵۱ حاکم نیساپوری محمد بن عبداللہ وفات ۴۰۵ھ/۱۰۱۴ء طبع چہارم، دار الفکر بیروت ۱۹۷۸ء دیکھئے تعلیق الذہبی ۱/۳۹۵ ہیثمی مجمع الزوائد ۳/۷۱ بیہقی احمد بن الحسین وفات ۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء سنن کبریٰ طبع دہم دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۳۵۲ھ ۲/۱۱۷ زیلعی عبداللہ بن یوسف وفات ۳۸۵ھ/۹۹۵ء سنن الدارقطنی طبع چہارم المدینہ ۱۹۶۶ء نصب الرایہ لاحادیث الہدایۃ طبع چہارم المجلس العلمی قاہرہ ۱۹۲۸ء ۲/۲۳۹

۱۵؎ ذہبی محمد بن احمد بن عثمان وفات ۷۴۸ھ/۱۳۷۴ء تذکرۃ الحفاظ طبع چہارم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲ حدیث مسند احمد ۵/ ۳۲ مؤطا امام مالک ۲/۵۱۳ سنن ابی داؤد ۲/۱۰۹ جامع ترمذی ۴/۱۹ سنن ابن ماجہ ۲/۹۱۰ سنن دارمی ۲/۳۵۹ موارد الظمآن ص ۳۰۰ نیل الاوطار ۶/ ۶۷

۱۶؎ صحیح بخاری ۲/۲۰۰ مسند احمد ۱/۱۹۱ سنن ابوداؤد ۲/۱۵۰ مؤطا امام مالک ۲/ ۱۲ ۲۷۸
جامع ترمذی ۴/۱۴۶۔

۱۷؎ صحیح بخاری ۴/۱۹۳ صحیح مسلم ۳/۱۳۰۹ ابوداؤد ۲/۴۹۷-۴۹۹ - جامع ترمذی ۴/۲۴ مؤطا امام مالک ۲/۸۵۵ دارمی ۳/۱۹۶ ابن ماجہ ۲/۸۸۲ - مسند احمد ۴/۴۴۲ موارد الظمآن: ۳۶۶ نیل الاوطار ۷/۷۸ امام شافعی الرسالہ ص ۱۸۵ بیہقی سنن کبریٰ ۸/۱۱۴

۱۸؎ صحیح بخاری ۱۰/۱۷۹ صحیح مسلم ۴/۱۷۴ مسند احمد ۱/۱۹۲ سنن کبریٰ ۷/۲۱۸

۱۹؎ صحیح بخاری ۱۱/۲۶ صحیح مسلم ۳/۱۶۹۴ ابوداؤد ۲/۶۳۷ ترمذی ۵/۳۰۵ دارمی ۲/۲۷۴ ابن ماجہ ۲/۱۲۲۱ مسند احمد ۳/ ۶

۲۰؎ دیکھئے مؤطا امام مالک ۲/۵۹۱ مسند احمد ۶/۴۱۳ سنن ابو داؤد ۱/۳۲۵ جامع ترمذی ۳/۴۹۹ نسائی ۶/۱۶۶ دارمی ۲/۱۶۸ ابن ماجہ ۱/۶۵۴ - موارد الظمآن ۳۲۳ نیل الاوطار ۶/۳۴۵

۲۱ھ صحیح بخاری ۱/۲۳۰ـ۲۸۳ صحیح مسلم ۱/۲۷۴ سنن ابوداؤد ۱/۴۷ نسائی ۱/۹۶ ۔ ۲۱۳ ۔ ۲۱۵
مسند احمد ۱/۸۰ـ۸۲

۲۲ھ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۰ سنن ابوداؤد ۱/۳۴۹ ابن ماجہ ۱/۴۴۶ مسند احمد ۱/۱۰

۲۳ھ صحیح مسلم ۳/۱۱۸۰ـ۱۱۸۴ موطا امام مالک ۲/۷۱۱ سنن ابوداؤد ۲/۲۳۴ نسائی ۷/۳۱ـ۳۲
ابن ماجہ ۲/۸۱۹ مسند احمد ۴/۱۴۰ (بخاری احمد اور ترمذی نے رافع کی روایت بغیر ابن عمر کے قول
کے روایت کی) دیکھئے مسند احمد ۴/۱۴۰ جامع ترمذی ۳/۶۵۸

۲۴ھ صحیح بخاری ۳/۵۸۶ صحیح مسلم ۳/۹۶۴ ساعاتی احمد عبدالرحمٰن البنا وفات ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء الفتح
الربانی بترتیب مسند الامام احمد بن حنبل شیبانی طبع اول مطبع الفتح الربانی قاہرہ ۱۳۵۸ھ ۴/۲۰
بیہقی سنن: ۱۶۳۔

۲۵ھ صحیح بخاری ۴/۳۸۱ صحیح مسلم ۳/۱۲۰۹ مسند احمد ۳/۹ ۔ ۵/۳۰۰ جامع ترمذی ۵/۵۳۳ ۔
۵۳۴ نسائی ۷/۲۸۱ ابن ماجہ ۲/۷۵۸ مسند احمد ۳/۴۸ بیہقی ۵/۲۸۱

۲۶ھ مسلم ۱/۲۷۱ موطا امام مالک ۱/۴۶ ابن ماجہ ۱/۱۹۹ مسند احمد ۵/۱۱۵

۲۷ھ بخاری ۱/۴۹ صحیح مسلم ۱/۲۲۸ سنن ابی داؤد ۱/۳۳ نسائی ۱/۶۹ ابن ماجہ ۱/۱۸۱

۲۸ھ رازی: المحصول ۲/۵۲

۲۹ھ بیہقی: سنن ۸/۹۳ امام شافعی: الرسالہ ۱۸۳

۳۰ھ موطا امام مالک ۲/۸۶۶ سنن ابوداؤد ۲/۱۱۷ جامع ترمذی ۴/۴۲۵ ـ ۴۲۶ ـ ابن ماجہ ۲/۸۸۳
دارمی ۲/۳۷۷ مسند احمد ۳/۵۲۴ آمدی علی بن ابوعلی بن محمد وفات ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول
الاحکام دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۰ء ص ۷۵

۳۱ھ دیکھئے جوینی امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ وفات ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء البرہان فی اصول الفقہ تحقیق:
عبدالعظیم دیب طبع اول مطابع الدوحہ الحدیثیہ۔ قطر ۱۳۹۹ھ ص ۶۰۰ ـ ۶۱۱ انصاری محمد بن نظام الدین
وفات ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۔ لحاشیہ المستصفیٰ دارصادر بیروت بالتصویر
مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۲ھ ص ۴۴ ـ ۱۳۷ غزالی محمد بن محمد وفات ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء المستصفیٰ من علوم الاصول
دارصادر بیروت ۵۴ ـ ۱۵۵

۳۲ھ صحیح بخاری ۸/۳۲۷ امام شافعی الرسالہ: ۱۹۱ رازی المحصول ۲/۵۳۸

۳۳ھ سنن بیہقی: ۵/۲۸۰

۳۴ھ صحیح مسلم ۳/۱۰-۱۲ا جامع ترمذی ۴/۳۶ سنن ابوداؤد ۲/۲۲۲ نسائی ۷/۲۲۷ ابن ماجہ ۲/۷۵۷ مسند احمد ۵/۳۱۴

۳۵ھ سورۂ احزاب : ۳۶

۳۶ھ امام شافعی : الرسالہ ص ۱۹۳

۳۷ھ رازی : المحصول ۲/۵۳۹

۳۸ھ آمدی : الاحکام ۲/۹۴

۳۹ھ تفتازانی مسعود بن عمر وفات ۷۹۲ھ/۱۳۸۹ء التلویح علی التوضیح شرح التنقیح مطبع علی صبیح قاہرہ ۲/۴ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم حنفی وفات ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء فتح الغفار شرح المنار المعروف بمشکاۃ الانوار فی اصول المنار ۹۶ عیسی البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۶۳ء

۴۰ھ ابویعلی محمد بن الحسین الفراء وفات ۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء العدہ فی اصول الفقہ تحقیق احمد سیر مبارکی طبع اول، موسسۃ الرسالہ ۱۹۸۰ء ص ۸۶۹

۴۱ھ بغدادی خطیب احمد بن علی بن ثابت وفات ۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ طبع اول دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ ۱۹۷۲ء ص ۷۲

۴۲ھ شوکانی محمد بن علی محمد وفات ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول طبع اول عیسی البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۳۷ء ص ۴۹

۴۳ھ امام شافعی الرسالہ ص ۱۹۷-۱۹۶

۴۴ھ ملاحظہ ہو رازی : المحصول ۲/۵۳۸-۵۳۹ غزالی : ۱/۱۴۸--۱۵۰ نسفی ابوالبرکات عبداللہ بن احمد وفات ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء المنار فی اصول الفقہ مع شرحہ المطبعہ العثمانیہ ۱۳۱۵ھ ص ۶۲۱ - بخاری علاء الدین عبدالعزیز بن احمد وفات ۷۳۰ھ/۱۳۲۹ء کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۷۴ء ص ۳۷۴ جوینی البرہان ۱/۶۰۱، ابن قدامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد المقدسی وفات ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء روضۃ المناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد دارالندوۃ الجدیدہ، بیروت ص ۵۳ شیرازی ابواسحاق ابراہیم بن علی فیروزآبادی وفات ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء التبصرہ فی اصول الفقہ تحقیق محمد حسن ہیتو، دارالفکر، دمشق ۱۹۸۰ھ ص ۳۰۵۔

۴۵ھ حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث یہ ہے : قالت طلقنی زوجی ثلاثا فلم یجعل لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکنی ولا نفقۃ بخاری ۹/۲۱۴ مسلم ۱/۱۱۵ سنن ابوداؤد ۲/۷۱

۱/۵۳۱ جامع ترمذی ۳/۴۷۵ نسائی ۶/۱۷۵ مؤطا امام مالک ۲/۵۷۹ دارمی ۲/۱۶۵ ابن ماجہ ۱/۶۵۶ مسند احمد ۶/۳۷۳ سنن کبری ۷/۴۳۱

۴۶؎ بروع بنت واشق کلابیہ کے شوہر ہلال بن مرہ اشجعی کا انتقال ہوگیا تھا انھوں نے اپنے آپ کو ان کے حوالہ کیا تھا اس وجہ سے کوئی مہر مقرر نہیں ہوئی تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مہر مثل مقرر کیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابوداؤد ۱/۴۸۸ ترمذی ۴/۱۱۱ نسائی ۶/۱۲۱ نیسابوری محمد بن عبداللہ حاکم وفات ۴۰۵ھ/۱۰۱۴ء المستدرک علی الصحیحین طبع اول المجلس العلمی ہند ۱۹۷۰ء ۲/۲۹۲

۴۷؎ امام ذہبی: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۰ خطیب بغدادی: الکفایہ ص ۶۸ ابوداؤد ۱/۳۴۹ ابن ماجہ ۱/۴۴۶ مزید دیکھئے مسند احمد ۱/۲

۴۸؎ بخاری ۳/۱۵۰-۱۶۰ مسلم ۲/۲۴۲ ابن ماجہ ۴/۱۵-۱۷ مسند احمد ۶/۲۸۱

۴۹؎ مسلم ۳/۱۶۹۶ ابوداؤد ۴/۴۶۹ مسند احمد ۴/۳۹۸ بیہقی احمد بن الحسین وفات ۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء معرفۃ السنن والآثار تحقیق السید صقر المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ قاہرہ ۱۹۶۹ء ص ۲۳

۵۰؎ بستی محمد بن حبان وفات ۳۵۴ھ/۹۶۵ء کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین حلب ۱۳۹۶ھ ۱/۳۷-۳۸

۵۱؎ ذہبی محمد بن احمد بن عثمان وفات ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء تذکرۃ الحفاظ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ ۴/۶

۵۲؎ ابن عبدالبر یوسف بن عبدالبر النمری القرطبی وفات ۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایتہ وحملہ دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ ۱۹۷۵ء ص ۴۰۱

۵۳؎ دیکھئے ابن عبدالبر: جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۹۷-۴۱۵ رامہرمزی الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد وفات ۳۶۰ھ/۱۱۴۹ء الاسماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع تحقیق سید احمد صقر دارالتراث قاہرہ طبع اول ۱۹۷۰ء ۲۱۶-۲۱۷ محمد عجاج الخطیب: السنۃ قبل التدوین طبع اول مکتبہ وہبہ قاہرہ ص ۹۲-۱۲۴ محمد ابوزہرہ: الحدیث والمحدثون، دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۸۴ء ص ۷۴-۷۹۔

۵۴؎ نفس مصدر

۵۵؎ شیرازی ابواسحاق: التبصرہ ص ۳۴۲

۵۶؎ سرخسی محمد بن احمد بن ابوسہل وفات ۴۹۰ھ/۱۰۹۶ء اصول السرخسی تحقیق ابوالوفا الافغانی دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۷۳ء ۲/۳۴۲

۵۷ھ ابویعلیٰ: العدہ ۳/۸۷۲ ۵۸ھ الطلاق: ۱

۵۹ھ مقدسی عبدبن احمد بن قدامہ وفات ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء المغنی مکتبہ الریاض الحدیثیہ ۱۹۸۱ء ۷/۶۰۶
قرشی اسماعیل بن کثیر وفات ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء تفسیر القرآن العظیم عیسی البابی الحلبی، قاہرہ ۴/۳۷۸ ظاہری
ابن حزم ابومحمد علی بن حزم ابومحمد علی بن حزم وفات ۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء المحلی المطبعۃ المنیریۃ، قاہرہ ۱۳۵۲ھ
۱۰/۲۸۲ نووی یحییٰ بن شرف وفات ۶۷۶ھ/۱۲۷۸ء المجموع شرح المہذب المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ
بدون تاریخ ۱۸/۲۸۳

۶۰ھ ملاحظہ ہو المغنی ۶/۷۱۲ نووی: المجموع ۱۶/۳۷۱

۶۱ھ امام شافعی: الرسالہ ص ۱۹۷

۶۲ھ شوکانی: ارشاد الفحول ص ۴۹

۶۳ھ آمدی: الاحکام ۲/۹۷

۶۴ھ شیرازی: التبصرہ ص ۳۰۸

مولانا سید جلال الدین عمری کی ایک اہم تصنیف

اسلام میں خدمت خلق کا تصور

خدمت خلق کا صحیح تصور۔ غلط تصورات کی تردید۔ خدمت خلق کا اجر و ثواب۔ خدمت کے مستحقین۔ وقتی خدمات۔ رفاہی خدمات۔ خدمت کے لیے انفرادی و اجتماعی جدوجہد۔ موجودہ دور میں خدمت کے تقاضے اور ان پر عمل کی شکلیں۔ مصنف کے جاندار قلم نے ان تمام گوشوں کو نکھار دیا ہے۔ صفحات: ۱۷۶ قیمت: ۴۰ روپیے

وقت کے اہم موضوع پر اس پہلی مستند کتاب کا انگریزی ترجمہ

THE CONCEPT OF SOCIAL SERVICE IN ISLAM

کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے

صفحات: ۱۶۵ ——— قیمت: ۵۰ روپیے

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھپور، علی گڑھ